فضائلِ عشرہ مبشرہ

رضی اللہ عنہم



حافظ محمد داؤد الرحمن علی

Dawoodrehman.blogspot.com
MuhmmadDawoodUrRehmanAli
Dawoodurrehman

نبی ﷺ ہیں سمندر کنارے صحابہؓ

نبی ﷺ چاند ہیں تو ستارے صحابہؓ

فضائل عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم

مرتب

محمد داؤد الرحمن علی

شائع کردہ: الغزالی فورم

www.algazali.org

کتاب:	فضائل عشرہ مبشرہؓ
مرتب:	محمد داؤد الرحمن علی
ضبط و ترتیب:	انتظامیہ الغزالی فورم
باہتمام:	الغزالی اردو فورم
ویب سائٹ:	www.algazali.org

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

عن عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :

أبو بكر في الجنة

عمر في الجنة

عثمان في الجنة

علي في الجنة

طلحة في الجنة

الزبير في الجنة

عبد الرحمن بن عوف في الجنة

سعد بن أبي وقاص في الجنة

سعيد بن زيد في الجنة

في الجنة

أبو عبيدة بن الجراح

رواه الترمذي

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ابوبکر و عمر و عثمان و علی
وطلحہ و زبیر و عبدالرحمن بن عوف
وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید
و ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں

فہرست مضامین

حرف آغاز

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد!

اللہ کا فضل و کرم و احسان سمجھتا ہوں اور اپنے والدین، اساتذہ، محبین کی دعاؤں کا ثمر سمجھتا ہوں کہ اللہ نے مختلف اوقات میں مختلف موضوعات پر لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ کا فضل ہی رہا ہے کہ میرے ٹوٹے پھوٹے الفاظ مقبول عام ہوئے۔

کچھ عرصہ قبل میں نے اختصار کے ساتھ ''فضائل خلفائے راشدین'' پر سلسلہ وار مضمون لکھنے کا فیصلہ کیا۔ جس کا مقصد تھا کہ مختصر وقت میں ایک ہی مضمون میں خلفائے راشدین کی زندگی کے پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔ اپنی کوشش و بساط کے مطابق قسط وار مضامین لکھنے شروع کیے۔

اللہ کی شان تمام مضامین مقبول عام ہو گئے۔ ''مجلہ نوائے خادم شمارہ رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ'' کی تیاری کے دوران خیال آیا کہ ان مضامین کو یکجا کر کے ایک پی ڈی ایف بنا کر استفادہ عام کے لیے پیش کر دی جائے تو سب کو مضامین تلاش کرنے کے بجائے ایک ہی پی ڈی ایف میں مہیا ہو جائیں گے۔

کہتے ہیں مشورہ میں برکت ہوتی ہے تو بندہ نے اپنے ٹیم ممبران سے مشورہ کیا۔ ایک ٹیم ممبر نے برجستہ کہا کہ آپ کے ذہن میں اس کا خاکہ کیا ہے۔؟ عرض کی کہ ارادہ ہے کہ ان مضامین میں

مزید الفاظ شامل کر کے ان کو پی ڈی ایف میں شامل کیا جائے۔ ابھی مشاورت جاری تھی کہ میرے اسی محترم ٹیم ممبر نے رائے دی کہ "فضائل خلفائے راشدین" جس طرح ہیں انہیں اسی طرح رہنے دیں، اس میں اضافہ مت کریں، اس کو "فضائل عشرہ مبشرہ" کرلیں۔ اگر پھر کبھی فضائل خلفائے راشدین کی پی ڈی ایف کا ارادہ ہوا تو اضافت کے ساتھ وہ پی ڈی ایف بھی بنالیں گے۔ میں حیران تھا کہ یہ بات میرے ذہن میں تھی پر کہہ نہ پایا۔ اور اللہ پاک نے ٹیم ممبر کے ذریعے مجلس مشاورت کے سامنے پیش کردی۔

رب کے فیصلے نرالے ہوتے ہیں سب نے اسی بات سے اتفاق کیا کہ اس مصروف زندگی میں کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ بڑی بڑی کتابوں کا مطالعہ کرے، ایسے لوگوں کے لیے مختصر وقت میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندگی کے پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے اور ان کی نرالی زندگیوں کا خاکہ آسان الفاظ میں ان کو پیش کیا جائے، تاکہ ان کو معلوم ہوسکے ہمارے اکابرین کی زندگیاں کیا تھیں اور کیا سبق دیتی ہیں اور ہمیں ان کی زندگیوں سے کیا حاصل کرنا چاہیئے۔

چنانچہ مجلس مشاورت کے فیصلہ کے بعد الحمد اللہ اللہ کے فضل سے کام کا آغاز کیا اور حیران ہوا کہ مواد ملتا گیا اور اس کو اکھٹا کرتا گیا۔ اللہ تعالی کی خاص کرم نوازی تھی کہ ایک کے بعد ایک مضمون تیار کرنے میں وقت کا علم ہی نہ ہوا۔ اور ایک پی ڈی ایف تیار ہوگئی۔

زیر نظر پی ڈی ایف کی تیاری میں اسد الغابہ اردو، الاصابتہ اردو، اصحاب رسول از خلیق احمد مفتی جیسے کتابوں سے استفادہ کیا گیا۔ کوشش کی گئی آسان، عام فہم، اور مختصر وقت میں ان کی زندگیوں کا خاکہ آپ کے سامنے پیش کیا جاسکے۔

اللہ تعالی کی رحمت پر یقین رکھتے ہوئے، مجھے یقین ہے یہ پی ڈی ایف آپ کے لیے اکسیر محبت صحابہ ؓ ثابت ہو گی۔ امید ہے یہ کتاب آپ کی امنگوں پر پورا اترے گی اور اس سے فیض یاب و استفادہ حاصل کرینگے۔

میں اپنی پوری ٹیم کا قدم بہ قدم ساتھ دینے اور اس کتاب کی تیاری میں اہم کردار ادا کرنے پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جو بھی اس کتاب کا مطالعہ کرے ان سے گزارش کروں گا کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالعموم اور میرے والدین، اساتذہ، بھائی، بندہ کو اور خاکسار کی ٹیم کو بالخصوص اپنی قیمتی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام!

محمد داؤدالرحمن علی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد انسانوں میں سب سے افضل ترین شخصیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم میں اللہ نے سچائی کی تائید کرنے والا اور حق و سچ کا پیکر قرار دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جن کے بارے میں خلیفۂ عادل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں ان کے مقام و مرتبہ تک کبھی نہیں پہنچ سکتا، صدیق اکبر ضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی امامت تفویض فرمائی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زندگی کے حوالے سے چند معروضات پیش کرتا ہوں۔

نام و نسب:

جانشین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خلیفہ بلافصل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نام گرامی ""عبداللہ "" تھا۔آپؓ کی کنیت ""ابو بکر "" تھی۔ والد کا نام "عثمان "اور کنیت "ابو قُحافَہ " تھی۔ والدہ کا نام "سلمی "اور کنیت "ام الخیر تھی۔

والد کی طرف سے "مرۃ بن کعب "پر جا کر سلسلہ نسب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ نسب سے جا ملتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قریش کی شاخ "تیم " سے تعلق رکھتے تھے۔آپؓ ابو قحافہ کے گھر میں عام الفیل کے دو سال چھ ماہ بعد ۵۷۳ء کو پیدا ہوئے۔

آپؓ واحد صحابی ہیں مہاجرین میں سے جن کے والدین نے اسلام قبول کیا اور جن کی چار نسلوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہی نہیں کی، بلکہ سبھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

لقب:

آپؓ کے لقب صدیق اور عتیق قرار پائے آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر لمحہ اور ہر گھڑی تائید و نصرت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت اور سفرِ معراج پر سب سے پہلے تصدیق و گواہی آپؓ نے دی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق و سچ کی تائید کرنے کا لقب (صدیق) عنایت فرمایا۔

قبول اسلام:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد تجارتی سفر سے واپسی پر جونہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ آپ کے قریبی ساتھی و دوست محمد بن عبداللہ نے اعلانِ نبوت کیا ہے تو آپؓ فوراً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ کیا آپ نے اعلانِ نبوت کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اثبات میں جواب ملتے ہی آپؓ بغیر کوئی دلیل مانگے مشرف باسلام ہو گئے۔

شانِ صدیق اکبرؓ قرآن میں:

قرآن میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ سورۂ آل عمران، سورۃ اللیل، سورۃ التوبہ، سورۃ الزمر اور سورۃ الفتح میں ہوا ہے، جن میں آپؓ کے مناقب بیان ہوئے ہیں کہ سفرِ

ہجرت کے موقع پر آپؓ دشمنوں کے غارِ ثور کے دہانے پر پہنچنے کی وجہ سے حزین و غمگیں ہوئے اور کہنے لگے کہ:

اگر دشمن نے ہمارے قدموں کو دیکھ لیا تو پہچان لیں گے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے؟!

امتیازی بات یہ ہے کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ **"لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا"** کا ارشاد ہوا، مطلب یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا خوف اور اپنی فکر نہیں تھی، بلکہ پریشان تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھے کہ کہیں دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان نہ پہنچادے۔

شانِ صدیق اکبر بزبانِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اُحد پہاڑ پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ موجود تھے، پہاڑ لرزنے لگا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"تھم جا! تجھ پر نبی و صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقامِ امتیازی کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"صدیقؓ سے محبت مومن کرے گا جبکہ نفرت منافق رکھے گا۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ:

"میں نے دنیا میں تمام محسنوں کے احسانات کا بدلہ اُتار دیا، جبکہ صدیقِ اکبرؓ کے احسانات کا بدلہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔"

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ :

"ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ جنت کے تمام بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہوں گے ماسوائے انبیاء کے۔"

آپؓ کی دعوت پر اسلام لانے والے صحابہؓ:

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دعوت پر حضرت عثمانؓ، حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپؓ نے قبولِ اسلام کے بعد جان و مال سب کچھ اسلام پر قربان کر دیا۔ دشمنانِ اسلام ابو بکر صدیقؓ کے چنگل میں پھنسے مظلوم مسلمان مؤذنِ رسولؐ بلال بن ابی رباح رضی اللہ عنہ، زنیرہؓ، عامر بن فہیرہؓ، ام عبیسؓ وغیرہ مسلم غلاموں کو مشرکین کی قید سے نجات دلانے کے لیے فدیہ ادا کیا۔

فتنوں کی سرکوبی:

وفاتِ نبوی کے بعد جب آپؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا تو بہت سے خطرناک فتنوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ کہیں فتنۂ ارتداد پیدا ہو گیا تو کہیں منکرینِ زکوٰۃ نے اسلام کے بنیادی فریضے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ اسی طرح جھوٹے مدعیانِ نبوت (مسیلمہ، طلیحہ اسدی اور سجاح) کی قوت بھی مضبوط ہونے لگی۔ اس پر بھی معاملہ ختم نہیں ہوا، بلکہ مرتدین، منکرینِ زکوٰۃ اور مدعیانِ نبوت جیسے داخلی فتنوں کی یکساں سرکوبی کے لیے آپؓ نے گیارہ لشکر تشکیل دیئے۔

اس موقع پر صحابہؓ نے نرمی کی درخواست کی تو آپؓ نے یہ سن کر ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ: "**أَيَنْقُصُ الدِّيْنُ وَأَنَا حَيٌّ**؟" یعنی دین میں کمی آجائے اور میں زندہ رہوں، پھر فرمایا کہ: اگر میرے ساتھ کوئی تعاون کرنا چاہے تو خوب اور اگر آپؓ سب میرا ساتھ چھوڑ دیں تو بھی میں تنِ تنہا اسلام کے ان دشمنوں کا مقابلہ کروں گا۔ سنو! مجھے یہ بات منظور ہے کہ اس مقابلہ میں دشمن مجھے مار ڈالیں اور میرے لاشے کو پرندے نوچ نوچ کر کھا جائیں، لیکن یہ بات منظور نہیں کہ اسلام کو ذرہ برابر بھی نقصان پہنچے۔

اس پامردی واستقامتِ فیصلہ کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام فوجی لشکر بشمول "جیشِ اسامہؓ"، منکرینِ زکٰوۃ و مدعیانِ نبوت اور دشمنانِ اسلام کی سرکوبی کرنے میں کامیاب ہوئے۔

وفات:

رسول اکرم ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ مقرر ہوئے۔ دو سال چند ماہ اس منصب پر فائز رہے۔

۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ ہجری بروز پیر اس دار فانی سے رخصت ہوئے اور روضہ رسول اکرم ﷺ میں ہمیشہ کے لیے آرام فرما ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

مرادِ رسول، خسرِ رسول، دامادِ بتول، امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی اسلامی تاریخ میں ایک درخشندہ اور تابندہ باب ہے۔ آپؓ ایمان و ایقان، علم و عمل، شرافت، بزرگی، اخلاص وللہیت، عدل وانصاف، دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی اعلی مثال ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا شمار ان رہبروں میں ہوتا ہے جو لوگوں کیلئے زندگی کے اصول وضع کرتے ہیں اور پھر لوگ اپنی زندگیوں میں ان کے اقوال و افعال سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ تاریخِ عالم نے ہزاروں جرنیل پیدا کیے، لیکن دنیا جہاں کے فاتحین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے طفلِ مکتب لگتے ہیں اور دنیا کے اہلِ انصاف سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدل پروری کو دیکھ کر جی کھول کر اُن کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

ولادت:

آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد ہوئی۔

نام ونسب:

آپ کا نام عمر بن خطاب، لقب فاروق اعظم جبکہ کنیت ابو حفص ہے۔ لقب اور کنیت دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ ہیں۔ آپ کا نسب نویں پشت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملتا ہے۔

حلیہ مبارک:

آپ رضی اللہ عنہ کی رنگت سرخی مائل سفید، شکل وصورت کے لحاظ سے آپ خوبرو اور بارعب، دراز قد، داڑھی مبارک قدرتی طور پر ہلکی جبکہ مونچھیں قدرے گھنی تھیں۔ جسمانی طور پر آپ رضی اللہ عنہ طاقتور پہلوان، چاق و چوبند، مستعد اور انتہائی باہمت انسان تھے۔

مراد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعے اسلام کو غلبہ دینے کی دعا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا یوں فرمائی:

اَللّٰھُمَّ أَعِزَّ الإِسْلاَمَ بِأَحَبِّ ہٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ إِلَیْکَ بِأَبِيْ جَھْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَکَانَ أَحَبَّھُمَا إِلَیْہِ عُمَرُ۔"

اے اللہ! ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے جو آپ کو زیادہ محبوب ہو اس کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ زیادہ محبوب تھے۔(1)

یہی وجہ ہے کہ آپ کو مراد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کہا جاتا ہے۔ آپؓ کے قبولِ اسلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے ساختہ اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ تمام پہاڑیاں گونج اُٹھیں۔(2)

---

(1) ترمذی: ۳۶۸۳، ۳۶۸۱ باسناد حسن

(2) اسد الغابہ وابن عساکر وکامل ابن اثیر

آسمان پر خوشیاں:

مفسرِ قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: لما أسلم أتاني جبرائيل، فقال: استبشر أهل السماء بإسلام عمر رضي الله عنه''

یعنی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ: آسمان والے عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام پر خوشیاں منارہے ہیں۔''[1]

چالیس مسلمان:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چھبیس (26) سال کی عمر میں نبوت کے چھٹے سال اسلام قبول کیا۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت اُنتالیس (39) خواتین و حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا چکے تھے، اُن کے مسلمان ہونے سے یہ تعداد چالیس ہو گئی۔

(1) مستدرک للحاکم و طبقات ابن سعد

علانیہ اسلام کی دعوت:

حضرت صہیب بن سنانؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو اسلام ظاہر ہو گیا، انہوں نے علانیہ طور پر اسلام کی دعوت دینا شروع کی۔ ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں جب سے عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو ہم طاقتور اور مضبوط ہوتے گئے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے کلمات:

فقیہ الامت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"عمرؓ کا اسلام قبول کرنا ہماری کھلی فتح تھی، اور عمرؓ کا ہجرت کرنا ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرتِ خاص تھی، اور آپؓ کی خلافت تو ہمارے لیے سراپا رحمت تھی، میں نے وہ دن بھی دیکھے ہیں جب ہم بیت اللہ کے قریب بھی نماز ادا نہیں کر سکتے تھے، لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو آپؓ نے کفار سے مقابلہ کیا، یہاں تک کہ وہ ہمیں نماز پڑھنے دینے لگے۔ [2]

فضائل حضرت عمر فاروقؓ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

(1) الطبقات الکبریٰ

(2) طبقات ابن سعد

”اے ابن خطاب! اس ذات پاک کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، جس راستے پہ آپ کو چلتا ہوا شیطان پالیتا ہے وہ اس راستہ سے ہٹ جاتا ہے، وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔“[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ

”بے شک اللہ تعالی نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور ان کے دل پر حق کو رکھ دیا ہے۔“[2]

رسول مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

تم سے پہلے جو اُمم گزری ہیں ان میں محدَث ہوا کرتے تھے اور میری امت میں اگر کوئی محدَث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔“

۱۴اسی حدیث مبارکہ میں لفظ ”محدَث“ کی تشریح میں صاحب فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”المُحدَث المُلْهَم وهو من أُلقي في روعه شيء من قبل الملاء الأعلىٰ ومن يجري الصواب علىٰ لسانه بغير قصد۔“

یعنی ”محدث وہ ہے جس کی طرف اللہ کی طرف سے الہام کیا جائے، ملاء اعلیٰ سے اس کے دل میں القاء کیا جائے اور بغیر کسی ارادہ و قصد کے جس کی زبان پر حق جاری کر دیا جائے۔“ یعنی اس کی زبان سے حق بات ہی نکلے۔

---

(1) صحیح بخاری

(2) ترمذی: ۳٦۸۲ وغیرہ باسناد صحیح لغیرہ

سیدناانس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ: ”ایک دفعہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے پہاڑ پر تشریف لے گئے، ہمراہ ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ بھی تھے، اُحد کا پہاڑ لرزنے لگا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک اُحد پر مارتے ہوئے فرمایا: ”اے اُحد! ٹھہر جا، تجھ پر اس وقت نبی، صدیق اور شہید کے علاوہ اور کوئی نہیں۔“ اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

”اللّٰھم ارزقني شھادۃ في سبیلک وموتاً في بلد حبیبک“

”اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت کی موت دینا اور موت آئے تو تیرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شہر میں آئے۔“

حملہ:

ایک روز آپ رضی اللہ عنہ اپنے معمول کے مطابق بہت سویرے نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے، اس وقت ایک درّہ آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور سونے والے کو اپنے درّہ سے جگاتے تھے، مسجد میں پہنچ کر نمازیوں کی صفیں درست کرنے کا حکم دیتے، اس کے بعد نماز شروع فرماتے اور نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے۔ اس روز بھی آپؓ نے ایسا ہی کیا، نماز ویسے ہی آپؓ نے شروع کی تھی، صرف تکبیر تحریمہ کہنے پائے تھے کہ ایک مجوسی کافر ابو لؤلؤ (فیروز) جو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، ایک زہر آلود خنجر لیے ہوئے مسجد کی محراب میں چھپا ہوا بیٹھا تھا، اس نے آپؓ کے شکم مبارک میں تین زخم کاری اس خنجر سے لگائے، آپؓ بے ہوش ہو کر گر گئے اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر بجائے آپؓ کی امامت کے مختصر نماز پڑھ کر سلام پھیرا، ابو لؤلؤ نے چاہا کہ کسی طرح مسجد سے باہر نکل کر بھاگ جائے، مگر نمازیوں کی صفیں

مثل دیوار کے حائل تھیں، اس سے نکل جانا آسان نہ تھا، اس نے اور صحابیوں رضی اللہ عنہم کو بھی زخمی کرنا شروع کر دیا، تیرہ صحابی زخمی، جن میں سے سات جاں بر نہ ہو سکے، اتنے میں نماز ختم ہو گئی اور ابولؤلؤ پکڑ لیا گیا، جب اس نے دیکھا کہ میں گرفتار ہو گیا تو اسی خنجر سے اس نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔[1]

شہادت:

آپ کی دعائے شہادت کو حق تعالیٰ نے قبول فرمایا اور دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں بلکہ مُصلائے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر آپ کو ۲۷ ذوالحجہ بروز چہار شنبہ (بدھ) زخمی کیا گیا اور یکم محرم بروز یک شنبہ (اتوار) آپ رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خاص روضۂ نبوی ﷺ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر بنائی گئی۔ رضی اللہ عنہ

(1) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، از لکھنوی رحمہ اللہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

داماد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ناشر قرآن، پیکر حُسن اخلاق، پیکر نور و حیاء، پیکر جود و سخا، مظلوم مدینہ، خلیفہ سوم، امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زندگی مبارک اسلام کا ایک درخشندہ باب ہے۔ سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے عظیم صفات سے مُتصف فرما کر صحابہؓ میں ممتاز فرمایا، جو اُن ہی کا حصہ ہے۔ حیا کا ایسا پیکر تھے کہ فرشتے بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ آپ عشرۂ مُبشرہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں جنت کی بشارت دی۔

نام و نسب:

آپ کا نام عثمان، کنیت ابو عبد اللہ اور لقب ذوالنورین ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک سے جا ملتا ہے۔ (1)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی نانی بیضاء ام الحکیم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کی سگی بہن اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سگی پھوپھو تھیں۔ (2)

---

(1) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ ج ۳ ص ۷۱۷ رقم الترجمۃ ۳۵۹۰، الاصابۃ ج ۲ ص ۱۲۳۸ رقم الترجمۃ ۵۱۵۰

(2) فتح الباری، کتاب المناقب

ولادت:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق آپ کی ولادت واقعہ فیل کے چھ سال بعد ہوئی۔ (1)

لقب:

نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزای حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ کی بدر کے موقع پر وفات کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کیا۔ اسی لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ''ذوالنورین'' پڑ گیا۔ (2)

یہ وہ فضیلت ہے جو آپ کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی شخص کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں نہیں آئیں۔

جب آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک ایک کر کے عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔ (3)

---

(1) الاصابہ ج ۲ ص ۱۲۳۸

(2) الاصابہ ج ۴ ص ۵۴

(3) مرقاۃ شرح مشکوۃ ج 11 ص 231 باب مناقب عثمان بن عفان، الفصل الثالث

قبول اسلام:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھنے کے فوراً بعد دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع فرمادیا تھا، جس کے نتیجے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابتداء ہی میں اسلام قبول کرلیا۔ قبول اسلام میں آپ کا چوتھا نمبر ہے۔ (1)

ہجرت حبشہ:

اسلام کی روز بروز کی تقری کو دیکھ کر مشرکین قریش غیض وغضب کی آگ میں مشتعل ہورہے تھے۔اور مسلمانوں پر ظلم ستم کی پہاڑ توڑے جارہے تھے۔انہی لوگوں میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کے چچانے باندھ کر آپ رضی اللہ عنہ کو مارا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم پاکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ (2)

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

"میری امت میں عثمان وہ پہلا شخص ہے جو اپنے اہل وعیال سمیت جلاوطن ہوا۔" (3)

(1) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ ج۳ ص ۳۱۷

(2) طبقات ابن سعد

(3) الاصابۃ ج۸

ہجرت مدینہ:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت مدینہ کا حکم ارشاد فرمایا۔ حکم پا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال سمیت مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے۔ مدینہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے۔[1]

جنت میں رفیق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لکل نبی رفیق ورفیقی فی الجنۃ عثمان''

''ہر نبی کا جنت میں ایک رفیق ہوگا اور میرا رفیق عثمان ہوگا۔''[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ کو اپنا نمائندہ بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا۔[3]

---

(1) طبقات ابن سعد

(2) جامع الترمذی ج2 ص689 مناقب عثمان بن عفان

(3) جامع ترمذی ج2 ص689 مناقب عثمان بن عفان

نبی کریم ﷺ کا اپنی ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کہنا:

بیعت رضوان کے موقع پر تو رسول کریم ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر ارشاد فرمایا:

''هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ''

اس ہاتھ ہو اپنے بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ کر فرمایا:

''هذه لعثمان''

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے۔(1)

امت کے سب سے رحم دل انسان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وأصدقُهُم حياءً عُثمانُ''

میری امت میں سب سے سچے حیادار عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔(2)

فرشتوں کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حیا کرنا:

ایک موقع پر آپ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

---

(1) رواہ البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورضی عنہم ومن صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوراہ من المسلمین فھو من اصحابہ، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حدیث:3699

(2) رواہ الترمذی، کتاب المناقب، حدیث:3790

''أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ'

اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا میں اس شخص سے حیانہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔[1]

شہادت کی بشارت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے، آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے، تو پہاڑ کانپنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احد تھم جاؤ تمہارے اوپر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔[2]

جنت کی بشارت

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے اس کے دروازے پر رہنے کا حکم دیا، چنانچہ ایک شخص آئے اور انہوں نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت بھی سنادو، میں نے دیکھا تو وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

(1) رواہ مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: 2401

(2) صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب فی مناقب عثمان بن عفان ابی عمرو القرشی رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۶۹۹

پھر ایک اور شخص آئے اور انہوں نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اجازت دے دو اور انہیں جنت کی خوشخبری سنادو، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔

پھر ایک اور شخص آئے اور انہوں نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ائذَنْ له و بشِّرْه بالجنةِ معها بلاءٌ يُّصيبُه''

اجازت دے دو اور انہیں جنت کی خوشخبری بھی سنادو" اور انہیں آگاہ کرو کہ ان پر ایک مصیبت نازل ہو گی، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔[1]

نصیحت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ:

''إنما بلغتم ما بلغتم بالاقتداء والاتباع فلا تلفتنكم الدنيا عن أمركم''

تم جس مقام پر پہنچے ہو وہ پہلوں کی تقلید سے پہنچے ہو خیال کرنا دنیا کہیں تمہیں حکم الٰہی سے دوسری طرف نہ پھیر دے۔[2]

شہادت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کئی دنوں تک محصور رکھنے کے بعد 18 ذوالحجہ 35ھ کو شہید کیا گیا۔ رضی اللہ عنہ

(1) صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب الفتن التی تموج کموج البحر، حدیث نمبر: ۷۰۹۷

(2) تاریخ طبری ج5 ص45

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

شیر خدا، داماد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حیدر کرار، صاحب ذوالفقار، صاحب سخاوت و صاحب شجاعت، حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے شوہر نام دار بھی اور حسنینؓ کریمین کے والد بزرگوار، فاتح خیبر و میدان شہسوار، صاحب سخاوت و شجاعت، امیر المؤمنین، خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اسلام میں ایک درخشاں باب ہے۔

نام ونسب:

آپؓ کا نام ''علیؓ'' کنیت ''ابوالحسن'' اور ''ابو تراب '' لقب ''حیدر'' اور خطاب ''امیر المؤمنین'' تھا۔ آپؓ ے والد گرامی کا نام ''ابو طالب''اور والدہ کا نام ''فاطمہ'' تھا۔(1)

حضرت علی المرتضیؓ نجیب الطرفین ہاشمی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔

ولادت:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح قول کے مطابق آپ کی ولادت بعثت نبوی سے دس برس قبل ہوئی۔(2)

(1)الاصابۃ ج:۲، ص:۱۲۹۴، سیرت سیدنا علی المرتضی، ص:۲۰

(2)الاصابۃ ج:۲، ص:۱۲۹۴

پرورش:

جناب ابو طالب کے معاشی تنگی کے حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا:

"اس پریشانی کے حالات میں ہمیں جناب ابو طالب کا ہاتھ بٹانا چاہئیے۔"

حضرت عباسؓ نے حسب ارشاد حضرت جعفرؓ کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰؓ کی کفالت کی ذمہ داری لی۔ [(1)]

قبول اسلام:

عمر مبارک دس سال تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر دین اسلام میں داخل ہوئے۔ [(2)]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا۔ [(3)]

---

(1) زرقانی ج ا ص ۲۸۰

(2) اسد الغابہ، تذکرہ حضرت علیؓ

(3) الاصابۃ ج: ۲، ص: ۱۲۹۴

فضائل و مناقب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے بھائی بنایا۔ حضرت علیؓ کو فرمایا:

"أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ"

آپ دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

"أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلا أَنَّهُ لا نَبِيَّ بَعْدِي"

تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی (نیا) نبی نہیں۔[2]

غزوہ خیبر میں جب مسلمانوں کے لیے ایک قلعہ فتح کرنا مشکل ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

(1) جامع الترمذی ج: ۲، ص: ۲۱۳، مناقب علی ابن ابی طالب

(2) جامع الترمذی ج: ۲ ص: ۲۱۴

"کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اس قلعے کو فتح کر دینگے اور وہ ایسا شخص ہے جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے محبت کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رات بھر انتظار فرماتے رہے کہ یہ سعادت کس کے نصیب میں آتی ہے، صبح ہوتے ہی ہر ایک یہی آرزو کرنے لگا کہ یہ فضیلت اس کو حاصل ہو۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علیؓ کہاں ہیں۔؟ عرض کیا گیا کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی، تکلیف اس طرح دور ہو گئی گویا کہ کبھی تکلیف تھی ہی نہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو جھنڈا عطا فرمایا۔"(1)

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں فاقہ تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا تو وہ مزدوری کی تلاش میں نکل گئے، تاکہ اتنی مزدوری مل جائے کہ رسول خدا کی ضرورت پوری ہو جائے۔ اس تلاش میں ایک یہودی کے باغ میں پہنچے اور اس کے باغ کی سینچائی کا کام اپنے ذمہ لیا، مزدوری یہ تھی کہ ایک ڈول پانی کھینچنے کی اجرت ایک کھجور، حضرت علی نے سترہ ڈول کھینچے۔ یہودی نے انہیں اختیار دیا کہ جس نوع کی کھجور چاہیں لے لیں، حضرت علی نے سترہ عجوہ لیے اور رسول خدا کی خدمت میں پیش کر دیا۔

(1) صحیح البخاری: ۳۰۰۹

فرمایا: یہ کہاں سے لائے؟، عرض کیا: یا نبی اللہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج گھر میں فاقہ ہے اس لیے مزدوری کے لیے نکل گیا تاکہ کچھ کھانے کا سامان کر سکوں۔ رسول نے فرمایا: تم کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے اس پر آمادہ کیا تھا۔

عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! رسول نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ایسا کوئی نہیں جس پر افلاس اس تیزی سے آیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اپنے رخ پر تیزی سے بہتا ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے اس کو چاہیے کہ مصائب کے روک کیلئے ایک چھتری بنالے، یعنی حفاظت کا سامان کر لے۔"[1]

شہادت:

۱۷ رمضان ۴۰ھ کوفہ کی جامع مسجد میں صبح کے وقت آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ ۲۱ رمضان کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ رضی اللہ عنہ

(1) ابن عساکر

حضرت طلحہ بن عبید اللہ التیمی رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ التیمی رضی اللہ عنہ کا شمار جید صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے۔

نام و نسب:

آپؓ کا نام ''طلحہؓ'' والد کا نام ''عبید اللہ'' والدہ کا نام ''صعبہ بنت عبد اللہ'' ہے۔[1]

آپؓ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور قبیلہ قریش کے خاندان ''بنو تیم'' سے تعلق رکھتے تھے۔[2]

آپؓ کا شمار ''السابقون الاولون'' میں ہوتا ہے یعنی وہ عظیم ہستیاں جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا۔[3]

لقب:

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد کے دن ''طلحۃ الخیر'' غزوہ تبوک میں ''طلحۃ الفیاض'' اور غزوہ حنین کے دن ''طلحۃ الجود'' فرمایا۔[4] ایک مرتبہ نبی کریم

---

(1) اسد الغابہ اردو ج۵ ص۱۱۷، ناشر المیزان

(2) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص۱۹۵

(3) الاصابتہ اردو ج۳ ص۱۲۳

(4) اسد الغابہ اردو ج۵ ص۱۱۸، ناشر المیزان

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر "چشمہ بیسان مالح" سے ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چشمہ کا نام تبدیل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"یہ نعمان وہ طیب ہے۔"

حضرت طلحہؓ نے وہ چشمہ خرید کر وقف کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ حضرت حضرت طلحہؓ نے چشمہ خرید کر وقف کر دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"طلحہؓ تم بڑے فیاض ہو۔"

چنانچہ اسی وجہ سے حضرت طلحہؓ کو "طلحۃ الفیاض" پکارا جانے لگا۔(1)

قبول اسلام:

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں تجارتی سفر پر ملک شام کے شہر بصریٰ میں تھا۔ شہر بصریٰ میں ایک ضعیف العمر راہب ہر آنے جانے والے سے پوچھ رہا تھا کہ "کیا آپ کا تعلق سرزمین مکہ سے ہے۔؟" حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں میں اس کے قریب گیا اور کہا: "میرا تعلق سرزمین مکہ سے ہے اور میں وہیں کا باشندہ ہوں۔"

اس راہب نے مجھ سے پوچھا: "کیا آپ کے شہر مکہ میں "احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)" کا ظہور ہو چکا ہے۔؟"

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: "کون احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟"

راہب نے کہا: "عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا۔"

(1) الاصابۃ اردو ج۳ ص ۱۲۳

راہب نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا: "آج کل وہی زمانہ چل رہا ہے جس میں آپ ﷺ کا ظہور طے ہے، وہ آخری نبی ہونگے اور ان کا ظہور آپ کے شہر میں ہوگا، پھر وہ ایسی سرزمین پر ہجرت کر جائیں گے جہاں بکثرت کھجوروں کے باغات ہونگے۔ ایسا نہ ہو کہ تم سے پہلے کوئی پہل کر جائے۔"(1)

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ راہب کی بات میرے دل پر اثر کر گئی اور میں ملک شام سے واپس مکہ پہنچا۔ گھر والوں سے دریافت کیا: "کیا میری غیر موجودگی میں یہاں کوئی خاص واقعہ پیش آیا۔؟"

گھر والوں نے جواب دیا: "جی ہاں! آپ کی غیر موجودگی میں محمد (ﷺ) بن عبداللہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اور اس معاملے میں ابن ابی قحافہ (حضرت ابو بکر صدیقؓ) نے ان کی پیروی کی ہے۔"

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے سیدھا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس پہنچا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے پیغمبر اسلام ﷺ و دین اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے میرے سامنے اللہ کے کلام کی آیات تلاوت فرمائیں اور دین حق کی دعوت دی۔ میں نے حق کا اقرار کیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔(2)

---

(1) الاصابۃ اردو ج۳ ص ۱۲۳

(2) اصحاب الرسول ﷺ ص ۱۹۶

جنت کی بشارتیں:

حضرت طلحہؓ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے، جن کو فخر دوعالم ﷺ نے جنت کی بشارت عطا فرمائی تھی۔ حضرت زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن آپ ﷺ دو زرہیں پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ پہاڑ پر چڑھنے لگے تو زرہ کی وجہ سے نہ چڑھ سکے، اس وقت حضرت طلحہؓ کی کمر پر پیر رکھ کر آپ ﷺ اوپر چڑھے۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں میں نے اس وقت آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

"طلحہؓ نے اپنے اوپر (جنت کو) واجب کرلیا۔"(1)

حضرت عقبہ بن علقمہ یشکریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ فرمارہے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے اپنے دونوں کانوں سے سنا کہ:

"طلحہؓ اور زبیرؓ دونوں جنت میں میرے ہمسایہ ہونگے۔"(2)

ایک دن میں سات لاکھ درہم تقسیم:

ایک مرتبہ تجارت کے سلسلہ میں حضرت طلحہؓ کو یمن سے سات لاکھ درہم موصول ہوئے، اتنی بڑی رقم موصول ہونے پر بے چین ہوگئے۔ اس بے چینی کو دیکھتے ہوئے حضرت طلحہؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت ام کلثومؓ (صاحبزادی حضرت ابو بکر صدیقؓ) نے دریافت کیا: "خیریت ہے۔؟"

---

(1) اسد الغابہ اردو ج۵ ص۱۱۸، ناشر المیزان

(2) اسد الغابہ اردو ج۵ ص۱۱۸، ناشر المیزان

حضرت طلحہؓ نے فرمایا: ”میرے پاس ساتھ لاکھ درہم نقد آئے ہیں، مجھے یہ فکر ستائے جارہی ہے کہ کہیں یہ مال ودولت مجھے اپنے رب سے دور نہ کردے۔“

حضرت طلحہؓ کی بات سن کر اہلیہ محترمہ حضرت ام کلثومؓ نے فرمایا: ”میں آپ کو ایک ایسی ترکیب نہ بتادوں، جس کی بدولت یہ مال آپ کو اللہ تعالیٰ سے دور کرنے کے بجائے آپ کو اللہ تعالیٰ کے قریب کردے۔؟“

حضرت طلحہؓ نے فرمایا: ”ضرور بتلائیں۔“

اہلیہ محترمہ حضرت ام کلثومؓ نے فرمایا: ”یہ تمام مال آپ مدینہ کے فقراء اور مساکین میں تقسیم فرمادیں۔“

اہلیہ محترمہ کا مشورہ سن کر بے ساختہ ارشاد فرمایا: ”عظیم باپ (حضرت ابو بکر صدیقؓ) کی عظیم بیٹی نے کس قدر عظیم مشورہ دیا ہے۔“

صبح ہوتے ہی حضرت طلحہؓ نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت ام کلثومؓ کے مشورہ پر شہر مدینہ میں موجود، فقراء، مساکین، غرباء میں یہ سات لاکھ درہم کی رقم ایک ہی دن میں تقسیم فرمادی۔[1]

حضرت طلحہؓ حضرات شیخینؓ کی نظر میں:

حضرت طلحہؓ کو امیر المؤمنین، خلیفہ بلافصل حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں وہی مرتبہ حاصل تھا جو مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں رکھا کرتے تھے۔ خلیفہ اول کے مشیر خاص اور ان کے قریبی دوست سمجھے جاتے تھے۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں حضرت

(1) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۰۵

طلحہؓ کی وہی قدر و منزلت رہی جو آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں رہی۔ جب حضرت عمر فاروقؓ قاتلانہ حملے میں شدید زخمی ہوئے تب اکابر صحابہؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے اصرار کیا تھا کہ آپؓ اپنا کوئی جانشین مقرر کر دیں۔

اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے جن چھ صحابہ کرامؓ کا نام لیتے ہوئے تاکید فرمائی تھی کہ یہی چھ افراد آپس میں باہمی مشاورت سے کسی کو منصب خلافت کے لیے منتخب کریں۔ ان چھ صحابہ کرامؓ میں حضرت طلحہؓ بھی شامل تھے۔ (1)

شہادت:

امیر المؤمنین خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفانؓ کی شہادت کے بعد جب مختلف فتنے اٹھ کھڑے ہوئے اور سازشیوں نے امت کو تفرقہ ڈالا۔ ۳۶ھ دریائے فرات کے کنارے سازشیوں نے حضرت طلحہؓ کو تیروں سے نشانہ بنایا۔ جس کے نتیجے میں حضرت طلحہؓ شدید زخمی ہو گئے اور خون زیادہ بہ جانے کی وجہ سے وہیں اٹھاون سال کی عمر میں شہادت کے اعلیٰ رتبہ پر فائز ہو گئے۔ (2)

(1) اصحاب الرسول ﷺ ص ۲۰۳

(2) اصحاب الرسول ﷺ ص ۲۰۸

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن عوامؓ کا شمار جید صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے۔

نام ونسب:

آپؓ کا نام ''زبیرؓ'' والد کا نام ''عوام'' والدہ کا نام ''صفیہ بنت عبدالمطلب'' ہے۔آپؓ کا تعلق قریب کے قبیلہ ''بنواسد'' سے تھا۔

آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے بھتیجے ہوئے۔[1]

حضرت زبیر بن عوامؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کے شوہر تھے۔[2]

کنیت:

حضرت زبیر بن عوامؓ کی کنیت آپؓ کی والدہ ماجدہ ''صفیہ بنت عبدالمطلب'' نے ''ابوالطاہر'' رکھی۔یہی کنیت آپؓ کی والدہ ماجدہ کے بھائی ''زبیر بن عبدالمطلب'' کی تھی۔مگر

(1)اسد الغابہ اردو،ج۳ص۷۸۹ناشر المیزان

(2)اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص۲۰۹

انہوں نے اپنی کنیت ''ابو عبداللہ'' رکھی۔ کیونکہ ''زبیر بن عبدالمطلب'' کے بیٹے کا نام ''عبداللہ'' تھا۔ یہی کنیت ''زبیر بن عبدالمطلب'' کی مشہور ہوئی۔ (1)

قبول اسلام:

ظہور اسلام سے قبل حضرت زبیر بن عوامؓ کے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے گہرے مراسم تھے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تصدیق فرمائی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت زبیر بن عوامؓ کو دین حق کی دعوت دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے بارے میں آگاہ کیا۔ حضرت زبیر بن عوامؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دین حق کی دعوت کو قبول فرمایا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (2)

حضرت زبیر بن عوامؓ اسلام لانے والے چوتھے یا پانچویں شخص تھے۔ (3)

حضرت زبیر بن عوامؓ کس عمر میں اسلام لائے اس بارے میں صاحب اسد الغابہ نے چند قول ذکر کیے ہیں، جو یہاں نقل کیے جا رہے ہیں۔

---

(1) اسد الغابہ اردو، ج ۳ ص ۷۸۹ ناشر المیزان

(2) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۱۰

(3) اسد الغابہ اردو، ج ۳ ص ۷۸۹ ناشر المیزان

۱۔ حضرت زبیر بن عوامؓ بعض کے نزدیک آٹھ برس کی عمر میں ایمان لائے۔ ۲۔ بعض کے نزدیک بارہ برس کی عمر میں ایمان لائے۔ ۳۔ بعض کے نزدیک پندرہ برس کی عمر میں ایمان لائے۔ ۴۔ بعض کے نزدیک سولہ برس کی عمر میں ایمان لائے۔[1]

حضرت زبیر بن عوامؓ نے سب سے پہلے اللہ کے لیے تلوار اٹھائی:

حضرت زبیر بن عوامؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپؓ نے اسلام کی سربلندی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت و نصرت کے لیے سب سے پہلے تلوار اٹھائی۔ دین اسلام کے ابتدائی ایام میں ایک روز مشرکین مکہ میں سے کسی نے افواہ پھیلائی کہ (نعوذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید کر دیے گئے۔ حضرت زبیر بن عوامؓ ان دنوں نو عمر تھے۔ جب یہ افواہ اور جھوٹی خبر سنی آپؓ سے رہا نہ گیا، ننگی تلوار لی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ جب ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیریت دیکھ کر مطمئن ہو گئے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوامؓ کو اس حال میں دیکھا تو وجہ دریافت فرمائی۔ حضرت زبیر بن عوامؓ نے تمام واقعہ ذکر فرمایا۔ واقعہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوامؓ کے لیے دعا فرمائی۔[2]

(1) اسد الغابہ اردو، ج۳ ص۸۹۷ ناشر المیزان

(2) اسد الغابہ، ج۳ ص۹۰۷ ناشر المیزان

حضرت زبیر بن عوامؓ کا شمار عشرہ مبشرہ میں:

حضرت زبیر بن عوامؓ کا شمار ان دس خوش نصیب افراد میں ہوتا ہے جن کو اس دنیا میں ہی فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی خوشخبری عطا فرمائی تھی۔[1]

دو ہجرتیں فرمانے والے صحابی کا اعزاز:

دین اسلام کے ابتدائی دور میں جب مشرکین کی جانب سے ایذاء کا سلسلہ عروج پر تھا۔ نبوت کے پانچویں سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے جن لوگوں نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی ۔ان میں حضرت زبیر بن عوامؓ بھی شامل تھے۔ نبوت کے تیرہویں سال جب ہجرت مدینہ کا حکم نازل ہوا،تب دیگر مسلمانوں کے ساتھ حضرت زبیر بن عوامؓ نے بھی مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔[2]

ہجرت مدینہ کے بعد پہلی اولاد کے والد بننے کا اعزاز:

ہجرت مدینہ کے بعد کافی عرصہ تک مہاجرین کو ایک پریشانی کا سامنا کرنا پڑا کہ ان کے ہاں کسی بچے کی ولادت نہ ہوئی۔اس صورت حال میں جو اس وقت وہاں قرب وجوار میں یہود آباد تھے جو جادو میں مہارت رکھا کرتے تھے۔انہوں نے افواہ پھیلادی کہ ”ہم نے جادو کے ذریعے

(1)اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۰۹

(2)اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۱۱

مسلمانوں کی نسل بندی کردی، آئندہ ان کے ہاں اولاد نہ ہوگی اور ان مسلمانوں کا آہستہ آہستہ خاتمہ ہو جائے گا۔"

مسلمان راسخ العقیدہ تھے کہ اللہ پاک انہیں اولاد عطا فرمائیں گے، چنانچہ کافی عرصہ اور اس افواہ کی پریشانی کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت ام کلثومؓ بنت حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ جس کا نام "عبداللہ" رکھا گیا۔

اس دن مسلمان دن بھر خوشی کا اظہار کرتے رہے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے رہے، مدینہ کی گلیاں اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھیں۔ [1]

غزوات میں شرکت:

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں جتنے غزوات ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کی زیر قیادت حضرت زبیر بن عوامؓ تما غزوات میں شامل ہوئے اور شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ [2]

غزوہ احد کے موقع پر جب مسلمان ایک غلطی وجہ سے مشکل میں آئے اور ہر طرف افراتفری پھیلی۔ نبی کریم ﷺ نے اصحابؓ سے مشورہ کے بعد ایک دستہ مشرکین کے تعاقب میں

(1) اصحاب الرسول ﷺ ص ۲۱۱

(2) اصحاب الرسول ﷺ ص ۲۱۲

روانہ فرمایا تاکہ ان پر خوف طاری ہو، اس دستہ کی قیادت نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر بن عوامؓ کو سونپی تھی۔[1]

فرشتے حضرت زبیر بن عوامؓ کی شکل میں نازل ہوئے:

غزوہ بدر میں حضرت زبیر بن عوامؓ نے زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا، اور اسی عمامہ کے ایک حصہ سے آپؓ نے اپنا منہ ڈھانپا ہوا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے اس دن فرشتے حضرت زبیر بن عوامؓ کی ہیئت (انداز) میں اترے تھے۔[2]

میرے حواری (خاص دوست) زبیرؓ ہیں:

غزوہ خندق کے موقع پر ایک رات اصحابؓ سے ارشاد فرمایا:

"ہے کوئی جو بنی قریظہ کی خبر لائے۔؟"

حضرت زبیر بن عوامؓ کھڑے ہوئے اور عرض کی

"اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میں حاضر ہوں۔"

نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر بن عوامؓ کو ہدایات فرمائیں اور حضرت زبیر بن عوامؓ کے لیے ارشاد فرمایا:

"ہر نبی کا ایک حواری (یعنی بہت خاص دوست) ہوا کرتا ہے، اور میرے حواری زبیرؓ ہیں۔"[3]

---

(1) اصحاب الرسول ﷺ ص ۲۱۲

(2) اسد الغابہ، ج۳ ص ۷۰۹ ناشر المیزان

(3) اصحاب الرسول ﷺ ص ۲۱۶

حضرت زبیر بن عوامؓ خلفاء کی نظر میں:

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں حضرت زبیر بن عوامؓ کو وہی قدر و منزلت حاصل رہی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں آپؓ کو حاصل تھی۔امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں بھی آپؓ کو وہی حیثیت و قدر و منزلت حاصل رہی جو اس سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں حاصل تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہؓ کے اصرار پر کہ اپنا جانشین مقرر فرما دیجئے پر جن چھ افراد پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی کہ یہ چھ افراد باہمی مشاورت سے کسی کو منصب خلافت کے لیے منتخب کریں،ان میں حضرت زبیر بن عوامؓ بھی شامل تھے۔ (1)

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفانؓ حضرت زبیر بن عوامؓ کے بارے میں لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ

"آگاہ رہو! قسم اس رب کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے زبیرؓ سب سے زیادہ نیک ہیں۔ جہاں تک میں جانتا ہوں زبیرؓ سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھے۔" (2)

امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت زبیر بن عوامؓ کی شہادت کے موقع پر آپؓ کے لیے تحسین آمیز کلمات ارشاد فرمائے تھے۔ (3)

(1) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۱۷

(2) اسد الغابہ اردو، ج ۳ ص ۸۹۷ ناشر المیزان

(3) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۱۹

شہادت کی خوشخبری:

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ حراء پر چڑھے، پہاڑ حراء شوق اور وجد میں ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑ حراء سے فرمایا:

اے حراء! ٹھہر جا تجھ پر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ، اور سعید بن زیدؓ کھڑے ہیں۔[1]

شہادت:

۳۶ھ میں ابن جرموز نے اپنے ساتھیوں فضالہ بن حابس اور نفیع کے ساتھ مل کر حضرت زبیر بن عوامؓ کا پیچھا کیا۔[2]

وادی السباع میں حضرت زبیر بن عوامؓ پر دشمن نے حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں آپؓ شہادت کے اعلیٰ رتبہ پر فائز ہوئے۔

بصرہ کے قریب ایک بستی میں سپرد خاک ہوئے۔ آج بھی وہ بستی ''بستی الزبیرؓ'' کے نام سے مشہور ہے۔[3]

---

(1) اسد الغابہ اردو ج۳ ص۱۹۷ ناشر المیزان

(2) الاصابتہ اردو ج۳ ص۲۷۸

(3) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص۲۱۹

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کا شمار جید اور اکابرین صحابہ ؓ میں ہوتا ہے۔

نام ونسب:

حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ واقعہ فیل کے دس برس بعد پیدا ہوئے۔آپ ؓ کا نام ''عبدالرحمن ؓ''، والد کا نام ''عوف بن عبد عوف''والدہ کا نام ''شفابنت عوف'' ہے۔[1]

بعض نے حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کی والدہ کا نام ''صفیہ'' ذکر کیا ہے۔[2]

ایام جاہلیت میں آپ ؓ کا نام ''عبد عمرو'' تھا اور بعض نے ''عبدالکعبہ'' ذکر کیا۔دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ''عبدالرحمن ؓ'' رکھا۔[3]

حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ قریش کے قبیلہ ''بنوزہرہ'' سے تعلق رکھتے تھے۔[4]

حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کی کنیت ''ابو محمد'' تھی۔[5]

---

(1)اسد الغابہ اردو،ج۶ص۴۳۶ناشر المیزان

(2)الاصابتہ ج۳ص۴۶۴

(3)اسد الغابہ اردو،ج۶ص۴۳۶ناشر المیزان

(4)اسد الغابہ اردو،ج۶ص۴۳۶ناشر المیزان

(5)اسد الغابہ اردو،ج۶ص۴۳۶ناشر المیزان

قبول اسلام:

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے اسلام سے قبل حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بہترین دوست تھے، دونوں حضرات میں گہرے روابط تھے، ظہور اسلام کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دعوت پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ان آٹھ شخصیات میں شامل تھے جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔اور ان پانچ اشخاص میں شامل ہیں جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دعوت پر اسلام لائے۔ (1)

نبی کریم ﷺ کی دار ارقم میں آمد سے قبل حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اسلام قبول کر چکے تھے۔ (2)

عشرہ مبشرہ کے صحابی:

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا شمار ان دس خوش نصیب افراد میں ہوتا ہے جن کو اس دنیا میں ہی فخر دوعالم ﷺ نے جنت کی خوشخبری عطا فرمائی تھی۔ (3)

(1) اسد الغابہ اردو، ج ۶ ص ۴۳۶ ناشر المیزان

(2) الاصابتہ اردو ج ۳ ص ۴۶۴

(3) اسد الغابہ اردو ج ۶ ص ۴۷۳

دو ہجرتیں فرمانے والے صحابی کا اعزاز:

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جن اصحاب رسول ﷺ نے آپ ﷺ کے حکم سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور بعد میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی ان اصحاب رسول ﷺ میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بھی شامل ہیں۔ (1)

رشتہ اُخوت:

مدنیہ منورہ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار صحابہؓ کے مابین سب کو رشتہ ''رشتہ اُخوت'' (بھائی چارہ) قائم فرمایا۔ اس رشتہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو حضرت سعد بن الربیعؓ کو رشتہ اُخوت میں منسلک فرمایا۔ (2)

شادی:

نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو ''دومتہ الجندل'' کی طرف بھیجا، اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو وہاں کے بادشاہ اصبغ بن ثعلبہ کلبی کی بیٹی سے شادی کی اجازت عطا فرمائی۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو فتح نصیب ہوئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی اور اس شادی سے حضرت ابو سلمہؓ پیدا ہوئے۔ (3)

---

(1) اسد الغابہ اردو، ج ۶ ص ۴۳۶ ناشر المیزان

(2) اصحاب الرسول ﷺ ص ۱۴۳

(3) الاصابتہ اردو ج ۳ ص ۴۶۵

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دعا:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب شادی کے بعد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا دی

"اللہ تعالیٰ آپ کو خیر و برکت عطا فرمائے۔"

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اس دعائے خیر کے بعد دنیاوی نعمتیں خود بخود میرے پاس چلی آتی تھیں، یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ اگر میں کوئی پتھر بھی اٹھالوں تو اس کے نیچے سے میرے لیے سونا یا چاندی برآمد ہو گا۔"(1)

نماز کی اقتداء:

ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں فجر کی ایک نماز ادا فرمائی تھی۔(2)

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فتویٰ دینے والی شخصیت:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان شخصیات میں شامل ہیں جو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔(3)

---

(1) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۴۵

(2) الاصابتہ اردو ج ۳ ص ۴۲۵

(3) الاصابتہ اردو ج ۳ ص ۴۲۵

میرے لیے میرے صحابہؓ کو چھوڑ دو:

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے درمیان کوئی مکالمہ ہوا، اس گفتگو کے دوران حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ سے کہا:

"آپ لوگ ان ایام کی وجہ سے ہم پہ زیادتی کرتے ہو جو آپ کو ہم سے قبل مل گئے۔" جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میرے صحابہؓ کو چھوڑ دو۔"[1]

غزوات:

حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر قیادت شریک رہے، جرات اور بہادری کے ساتھ خوب جوہر دکھائے، ہمیشہ ثابت قدم رہے۔

غزوہ احد کے میدان سے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ اس حالت میں نکلے کہ آپؓ کے جسم کے مختلف مقامات بیس سے زائد کاری زخم تھے۔[2]

---

(1) الاصابۃ اردو ج۳ ص ۴۲۵

(2) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۴۶

دین کے لیے مال خرچ کرنا:

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اپنے مال تجارت سے جو مال حاصل ہوتا اسے صدقہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور میں اپنا آدھا مال صدقہ کیا، پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کیے، پانچ سو گھوڑوں کا سامان دیا اور پانچ سو سواریاں صدقہ کیں۔ (1)

غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے دو سو اُوقیہ سونا (ایک اوقیہ تقریباً ۳۰ گرام کا ہوتا ہے، دو سو اوقیہ یعنی چھ ہزار گرام) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ (2)

امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے شرکاء بدر میں سے ہر ایک شخص کے لیے چار سو دینار کی وصیت فرمائی۔ اس وقت شرکاء بدر کی تعداد ۱۰۰ تھی۔ (3)

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ خلفاء کی نظر میں:

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو وہی قدر و منزلت حاصل رہی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں آپؓ کو حاصل تھی۔ بالخصوص حضرت

(1) الاصابۃ اردو ج۳ ص۴۲۵

(2) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ص ۱۴۶

(3) الاصابۃ اردو ج۳ ص۴۲۶

عبدالرحمن بن عوفؓ کو دینی، علمی، معاشرتی، سیاسی اہمیت حاصل رہی۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ پر جب نماز کے دوران قاتلانہ حملہ ہوا، اس وقت حضرت عمر فاروقؓ نے نماز مکمل کرنے کے لیے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو آگے بڑھا اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے نماز کی امامت کراتے ہوئے نماز مکمل فرمائی۔

جب صحابہؓ کے اصرار پر کہ اپنا جانشین مقرر فرما دیجئے پر جن چھ افراد پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی کہ یہ چھ افراد باہمی مشاورت سے کسی کو منصب خلافت کے لیے منتخب کریں، ان میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بھی شامل تھے۔ بلکہ جو مجلس شوریٰ بنائی گئی اس کی سربراہی کے لیے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ (1)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ جس سال خلیفہ بنے تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو امیر حج مقرر فرمایا تھا۔ (2)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ

"حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ مسلمانوں کے سردار ہیں۔"

امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے تھے کہ

(1) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۵۱

(2) الاصابہ اردو ج ۳ ص ۴۲۵

"عبدالرحمن ؓ آسمان وزمین میں امین ہیں۔"[1]

وفات:

۳۲ھ میں ۷۵ کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ خلیفہ وقت امیر المؤمنین حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ و دیگر صحابہؓ نے مل کر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی تجہیز و تکفین کے فرائض انجام دے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی وصیت کے مطابق خلیفہ وقت امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

دوسرے قول کے مطابق حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی نماز جنازہ کی امامت حضرت زبیر بن عوامؓ نے فرمائی تھی۔[2]

بعد از جنازہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔[3]

(1) الاصابۃ اردو ج۳ ص۴۲۶

(2) الاصابۃ اردو ج۳ ص۴۲۶

(3) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص۱۵۶

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا شمار جلیل القدر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوتا تھا۔

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام "سعید رضی اللہ عنہ" والد کا نام "زید" اور والدہ کا نام "فاطمہ بنت بعجہ رضی اللہ عنہا" تھا۔[1]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کے قبیلہ "بنو عدی" سے تھا۔[2]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے والد زید اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باہم چچازاد بھائی تھے۔[3]

کنیت:

ایک روایت کے مطابق حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ "ابوالاعور" اور دوسری روایت کے مطابق "ابوثور" تھی۔ لیکن پہلی کنیت سے مشہور تھے۔[4]

---

(1) اسد الغابہ اردو ج ۴ ص ۹۲۴ ناشر المیزان

(2) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۲۰

(3) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۲۰

(4) اسد الغابہ اردو ج ۴ ص ۹۲۴

قبول اسلام:

حضرت سعید بن زیدؓ کے والد زید بن عمرو بن نفیل اسلام سے قبل مشرکین مکہ کی بت پرستی و گمراہی سے دلبراشتہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل ہمیشہ حق کی تلاش میں رہا کرتے تھے، اسی نسبت سے ملک شام کے متعدد اسفار کیے، لیکن مطمئن نہ ہو سکے۔ (1)

ایک دفعہ سلسلہ حق کو تلاش کرنے کی غرض سے ملک شام گئے، وہاں ایک راہب سے گفتگو ہوئی، راہب نے زید کی گفتگو سننے کے بعد کہا:

"اے مکہ والے! آپ کے خیالات سن کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جس دین کی آپ کو تلاش ہے وہ "دین ابراہیم" ہے، آپ اس کی تلاش میں ہو، لیکن اس دین کا اب اس دنیا میں کوئی وجود نہیں رہا۔ البتہ تمہارے شہر مکہ میں عنقریب ایک ایسی شخصیت کا ظہور ہونے والا ہے، جو اللہ کے حکم سے دین ابراہیم کی تجدید کرے گا، لہذا میری نصیحت ہے مکہ واپس روانہ ہو جاؤ۔"

راہب کی باتیں سن کر زید واپس مکہ روانہ ہوئے۔ اس سفر کے دوران کسی جگہ پر رہزنوں نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں زید زخمی ہو گئے، جب نزع کی کیفیت طاری ہونے لگی تو زید نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی

(1) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۲۱

"یااللہ! میں اس خیر سے محروم رہا، لیکن میرے بیٹے سعید کو اس خیر سے محروم نہ فرمانا۔"[1]

کچھ عرصہ بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم سے دعوت کا آغاز کیا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے۔[2]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار قم تشریف آوری سے قبل ایمان لا چکے تھے۔[3]

عشرہ مبشرہ کے صحابی:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا شمار ان دس خوش نصیب افراد میں ہوتا ہے جن کو اس دنیا میں ہی فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی خوشخبری عطا فرمائی تھی۔[4]

شادی:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا۔ یعنی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بہنوئی تھے۔[5]

---

(1) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۲۵

(2) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۲۵

(3) الاصابتہ اردو ج ۲ ص ۴۱۳

(4) الاصابتہ اردو ج ۲ ص ۴۱۳

(5) اسد الغابہ اردو ج ۴ ص ۹۲۴ ناشر المیزان

حضرت سعید بن زیدؓ اور حضرت فاطمہؓ بنت خطاب اسلام کے شروع میں ایمان لائے تھے،اور حضرت فاطمہؓ بنت خطاب حضرت عمرؓ بن خطاب کے ایمان لانے کا ذریعہ بنی تھیں۔(1)

حضرت سعید بن زیدؓ کی ایمان لاتے وقت عمر مبارک ۲۰ برس تھی۔(2)

ہجرت مدینہ:

جب مسلمانوں کو مکہ سے مدینہ ہجرت کی طرف حکم ہوا تو دیگر مسلمانوں کی طرح حضرت سعید بن زیدؓ نے بھی حکم پاتے ہی اپنی آبائی شہر مکہ کو چھوڑا اور مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔(3)

غزوات:

حضرت سعید بن زیدؓ غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،غزوہ بدر کے موقع پر حضرت سعید بن زیدؓ مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے،جس کی بناپر غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔(4)

(1)اسد الغابہ اردو ج۴ ص ۹۲۴ ناشر المیزان

(2)اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۲۷

(3)الاصابتہ اردو ج۲ ص ۴۱۳

(4)الاصابتہ اردو ج۲ ص ۴۱۳

بعض نے وجہ بیان کی کہ غزوہ بدر کے موقع پر حضرت سعید بن زیدؓ مدینہ میں نہیں بلکہ شام میں تھے۔اس وجہ سے شریک نہ ہو سکے،غزوہ بدر سے قبل آپ ﷺ نے حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کو شام کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا۔مدینہ واپسی پر آپ ﷺ نے ان دونوں حضرات کو غزوہ بدر کے مال غنیمت میں سے حصہ عطافرمایا تھا۔(1)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔اس موقع پر حضرت سعید بن زیدؓ جرات و بہادری کے جوہر دکھاتے رہے۔بالخصوص ۱۳ھ میں جرنیل اسلام حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں ''جنگ یرموک'' ۱۴ھ میں حضرت ابو عبیدہ عامر بن الجراحؓ کی قیادت میں ''فتح دمشق'' اور ۱۵ ہجری میں ''فتح بیت المقدس'' کے یادگار موقع پر لشکر اسلام میں حضرت سعید بن زیدؓ بھی موجود تھے۔(2)

دمشق کے حکمران:

سلطنت روم کو فتح کرنے کے بعد اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ عامر بن الجراحؓ نے دمشق جیسے اہم ترین،تاریخی اور قدیمی شہر کا اولین حکمران حضرت سعید بن زیدؓ کو مقرر فرمایا تھا۔(3)

---

(1)اسد الغابہ اردو ج۴ ص ۹۲۴ ناشر المیزان

(2)اصحاب رسول ﷺ ص ۲۲۹

(3)اصحاب رسول ﷺ ص ۲۲۹

وفات:

حضرت سعید بن زیدؓ کی وفات کی تاریخ میں چند اقوال ہیں۔

بعض کے نزدیک ۵۱ھ یا ۵۲ھ اور بعض کے نزدیک ۵۸ھ میں مقام عقیق پر حضرت سعید بن زیدؓ انتقال ہوا۔ (1)

پہلے قول کے مطابق حضرت سعید بن زیدؓ کی نماز جنازہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے پڑھائی۔ (2)

دوسرے قول کے مطابق حضرت سعید بن زیدؓ کی نماز جنازہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے پڑھائی۔ (3)

نماز جنازہ کے بعد حضرت سعید بن زیدؓ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ (4)

---

(1) اسد الغابہ اردو ج۴ ص۹۲۶ ناشر المیزان

(2) اسد الغابہ اردو ج۴ ص۹۲۶ ناشر المیزان

(3) الاصابتہ اردو ج۲ ص۴۱۵

(4) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۳۰

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔اور آپ رضی اللہ عنہ کو ہی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں۔

نام و نسب:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام ''سعد رضی اللہ عنہ'' والد کا نام ''مالک بن وہیب'' اور دوسری روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ''مالک بن اہیب'' والدہ کا نام ''حمنہ بنت سفیان'' ہے۔[1]

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ''حمنہ بنت سفیان'' حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔[2]

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ قریش کے مشہور قبیلہ ''بنوزہرہ'' سے تعلق رکھتے تھے۔[3]

قبول اسلام:

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ وہ گہرے اندھیرے میں گھرے ہوئے ہیں اور پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر جارہے ہیں، اچانک ایک روشنی نظر آتی ہے، جب روشنی کی طرف بڑھے تو تین انسانی سائے محسوس کیے، جب قریب پہنچے تو دیکھا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے گہرے مراسم تھے۔ خواب کے دوسرے دن جب حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی

(1) اسد الغابہ اردو ج۴ ص ۹۰۵ ناشر المیزان

(2) الاصابتہ اردو ج۲ ص ۳۹۳

(3) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۵۷

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت سعد بن مالکؓ نے اپنا خواب سنایا۔ جس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت سعد بن مالکؓ کو دین اسلام و پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بارے میں آگاہ کیا۔اور بتلایا کہ میں (حضرت ابو بکر صدیقؓ) حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ ہم تینوں کفر کے اندھیروں سے نکل کر ایمان کی روشنی میں آچکے ہیں، یعنی ہم تینوں ایمان لا چکے ہیں۔ حضرت سعد بن مالکؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ کی معیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری کے لیے تشریف لے گئے،اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہر مکہ کے مشہور محلہ ''اجیاد'' میں ایک پہاڑ کی گھاٹی میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس وقت حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ بھی موجود تھے۔ حضرت سعد بن مالکؓ نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ مبارک دین حق کو قبول کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔[(1)]

ایک قول کے مطابق حضرت سعد بن مالکؓ ایمان والے چوتھے اور دوسرے قول کے مطابق چوتھے شخص تھے۔[(2)]

دائرہ اسلام میں داخل ہوتے وقت حضرت سعد بن مالکؓ کی عمر ۱۷ برس تھی۔[(3)]

حضرت سعد بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ''میں نماز فرض ہونے سے پہلے مسلمان ہوا تھا۔''[(4)]

---

(1) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۵۸

(2) اسد الغابہ اردو ج ۴ ص ۹۰۵ ناشر المیزان

(3) اسد الغابہ اردو ج ۴ ص ۹۰۵ ناشر المیزان

(4) اسد الغابہ اردو ج ۴ ص ۹۰۵ ناشر المیزان

عشرہ مبشرہ کے صحابی:

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کا شمار ان دس خوش نصیب افراد میں ہوتا ہے جن کو اس دنیا میں ہی فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی خوشخبری عطا فرمائی تھی۔ (1)

اسلام کا پہلا تیر چلانے والے صحابی:

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا۔ (2)

ہجرت مدینہ:

جب مسلمانوں کو مکہ سے مدینہ ہجرت کی طرف حکم ہوا تو دیگر مسلمانوں کی طرح حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی حکم پاتے ہی اپنی آبائی شہر مکہ کو چھوڑا اور اپنے چھوٹے بھائی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ (3)

غزوات:

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے چھوٹے بھائی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گزوہ بدر میں شریک ہوئے، جزبہ سرفروشی سے دونوں بھائی ثابت قدمی اور بہادری سے لڑے، اسی غزوہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔ (4)

---

(1) اسد الغابہ اردو ج۴ ص۹۰۵ ناشر المیزان

(2) اسد الغابہ اردو ج۴ ص۹۰۵ ناشر المیزان

(3) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۶۳

(4) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۶۴

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا:

غزوہ احد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی۔

"اے اللہ! سعد رضی اللہ عنہ کے تیر کو نشانے پر لگائیے اور ان کی دعا کو قبول فرمائیے۔"

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی دعا کا اثر تھا کہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ انتہائی اہم نشانے باز بنے اور مستجاب الدعوات بنے۔ یعنی جو دعا کرتے وہ قبول ہوتی۔ [(1)]

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نظر میں:

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ اگر حکومت ان کو مل جائے تو بہتر ورنہ حاکم حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے مشورہ لے۔ [(2)]

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔ [(3)]

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتوحات حاصل کیں، کسریٰ کا دار الحکومت "مدائن"، کو حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر نے فتح کیا۔ [(4)]

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کو دوبارہ کوفہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ [(5)]

---

(1) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۶۴

(2) الاصابۃ اردو ج ۲ ص ۳۹۳

(3) الاصابۃ اردو ج ۲ ص ۳۹۳

(4) الاصابۃ اردو ج ۲ ص ۳۹۴

(5) الاصابۃ اردو ج ۲ ص ۳۹۳

وفات:

حضرت سعد بن مالکؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اہل خانہ سے فرمایا: میرا صندوق لاؤ، جب صندوق لا گیا اس میں سے ایک پرانا لباس نکال کر اہل خانہ سے فرمایا:

"میری وصیت یاد رکھنا میری وفات کے بعد مجھے اسی میں کفن دیا جائے۔"

فرمایا:

"یہ لباس میں نے بدر کے موقع پر پہنا تھا، چاہتا ہوں رب تعالٰی کے حضور اسی لباس میں پیش ہوں۔"[1]

حضرت سعد بن مالکؓ کی وفات ایک قول کے مطابق ۵۱ھ ایک کے مطابق ۵۴ھ ایک قول کے مطابق ۵۵ھ ایک قول کے مطابق ۵۶ ھ ایک قول کے مطابق ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں ہوئی۔[2]

حضرت سعد بن مالکؓ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔[3]

(1) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۹۴

(2) الاصابتہ اردو ج ۲ ص ۳۹۳

(3) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۹۴

حضرت ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ الجراح رضی اللہ عنہ

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ کا شمار جید اور اکابرین صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ آپؓ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے نام سے مشہور ہیں۔

نام ونسب:

آپؓ کا نام "عامرؓ" والد کا نام "عبداللہ بن جراح" والدہ کا نام "امیمہ بنت غنم" ہے۔[1]

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ قریش کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ کی شخصیت قدرتی طور پر پرکشش تھی۔

روشن چہرہ، دراز قد، دبلا بدن، لوگ حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ کو دبلی پتلی اور لمبی تلوار سے مشابہ قرار دیا کرتے تھے۔[2]

(1) الاصابتہ اردو ج۳ ص ۱۵۹

(2) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۲۵

کنیت:

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ کی کنیت ''ابو عبیدہ'' ہے، حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ اپنی کنیت سے ہی مشہور ہیں۔[1]

قبول اسلام:

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ ''السابقون الاولون'' میں تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے خاص دوستی و قربت تھی، ظہور اسلام کے حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دعوت پر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔[2]

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ، حضرت عبیدہ بن الحارثؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حجرت ابو سلمہ بن عبدالاسدؓ ایک ہیوقت میں ایمان لائے۔[3]

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ نبی کریم ﷺ کے دار ارقم تشریف لانے سے قبل ایمان لا چکے تھے۔[4]

---

(1) اسد الغابہ اردو ج۵ ص ۱۵۱

(2) اصحاب الرسول ﷺ ص ۱۲۵

(3) الاصابتہ اردو ج۳ ص ۱۵۹

(4) الاصابتہ اردو ج۳ ص ۱۵۹

عشرہ مبشرہ کے صحابی:

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ کا شمار ان دس خوش نصیب افراد میں ہوتا ہے جن کو اس دنیا میں ہی فخر دو عالم ﷺ نے جنت کی خوشخبری عطا فرمائی تھی۔[1]

دو ہجرتیں کرنے والی صحابی:

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ جن صحابہؓ نے آپ ﷺ کے حکم پر حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی، ان اصحاب رسول ﷺ میں حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ بھی شامل تھے۔

جب نبی کریم ﷺ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا اور آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی ہدایت فرمائی تو حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔[2]

غزوات:

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ نبی کریم ﷺ کی قیادت میں تمام غزوات میں شامل ہوئے۔[3]

(1) اسد الغابہ اردو ج ۵ ص ۱۵۱

(2) اسد الغابہ اردو ج ۵ ص ۱۵۱

(3) اسد الغابہ اردو ج ۵ ص ۱۵۱

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ نے غزوہ بدر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار مبارک سے کڑیاں نکالیں۔[1]

امت کے امین:

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراحؓ ہیں۔"[2]

فوج کی قیادت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں فوجی مہمات کے لیے لشکر روانہ فرمایا کرتے تھے، کئی بار ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی لشکر کا سپہ سالار حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ کو مقرر فرمایا۔[3]

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ صحابہؓ کی نظر میں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خطاب فرمایا تو اس خطاب میں خلافت کے لوگوں کے سامنے دو نام پیش کیے کہ میں ان کو خلافت

---

(1) الاصابۃ اردو ج۳ ص ۱۶۰

(2) الاصابۃ اردو ج۳ ص ۱۶۰

(3) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۳۰

کے لیے بہتر سمجھتا ہوں ان میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ کا نام تھا۔[1]

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے لشکر کی حاکمیت سے جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کر کے حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ کو نیا حاکم مقرر کیا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! آپ پر اس امت کے امین حاکم ہوئے ہیں۔"[2]

اسی موقع پر حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"میں نے رسول اکرم ﷺ کو یوں ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ خالد بن ولیدؓ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔"[3]

وفات:

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ کی زیر قیادت مسلمان سلطنت روم کے طول و عرض میں پیش قدمی اور تاریخی فتوحات جاری تھیں۔ انہی ایام میں ملک شام میں طاعون کی مہلک وباء پھیل گئی۔

---

(1) اسد الغابہ اردو ج ۵ ص ۱۵۱

(2) اسد الغابہ اردو ج ۵ ص ۱۵۱

(3) اصحاب الرسول ﷺ ص ۱۳۷

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ کو ہدایت فرمائی کہ آپ مدینہ تشریف لے آئیں۔

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ نے جواباارشاد فرمایا:

"امیر المؤمنین آپ کا حکم سر آنکھوں پر، آپ سے میری گزارش ہے کہ مجھے اپنی ساتھیوں اور سپاہیوں کے ساتھ یہیں رہنے کی اجازت دی جائے، میرا جینا مرنا انہی کے ساتھ ہے، باقی اللہ کی مرضی۔"

اس واقعہ کے چند عرصہ بعد حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ طاعون کی لپیٹ میں آگئے۔ (1)

جب حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ طاعون میں مبتلا ہوئے تو آپؓ نے حضرت معاذؓ کو حکم دیا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔[2]

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ بیت المقدس کے قریب طاعون کی بیماری میں سن ۱۸ھ میں اپنی جان آفریں کے سپرد کی۔

اس وقت حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ کی عمر مبارک اٹھاون برس عمر پائی۔[3]

---

(1) اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۴۱

(2) الاصابتہ اردو ج ۳ ص ۱۶۱

(3) الاصابتہ اردو ج ۳ ص ۱۶۲

حضرت معاذؓ کا حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ کی وفات پر خطاب:

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ کی وفات کے بعد لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے حضرت معاذؓ نے فرمایا:

"لوگو! آج تمہیں ایسا شخص جدائی کا غم دے گیا ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے ان سے زیادہ صاف دل، بے کینہ، سیر چشم، عاقبت اندیش، باحیا اور خیر خواہ خلق کبھی نہیں دیکھا۔ پس ان کے لیے رحمت کی دعا کرو۔"(1)

تدفین:

حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ نے وصیت فرمائی

"جہاں میری وفات ہو وہیں میری تدفین کر دی جائے۔"

بعض کے نزدیک حضرت عامر بن عبداللہ الجراحؓ کی تدفین "مقام فحل" میں اور بعض کے نزدیک "بیسان" میں ہوئی۔(2)

(1) الاصابۃ اردو ج۳ ص ۱۶۲

(2) الاصابۃ اردو ج۳ ص ۱۶۲